مقالات ◎◎◎ جناب مولانا نورالحسن راشد صاحب کاندھلوی

حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ

کی

خدمات حدیث

حضرات گرامی! اگر چہ اس سمینار کا موضوع ’’ ہندوستان میں -علم حدیث - تیرہویں اور چودہویں صدی ہجری میں‘‘ ہے مگر:

بنتی نہیں ہے بادۂ و ساغر کہے بغیر

تیرہویں چودہویں صدی ہجری میں خدمت حدیث کا عنوان اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا جب تک اس کے ساتھ کم سے کم برصغیر ہند میں بارہویں صدی ہجری کی خدمت حدیث کی تاریخ شامل نہ کی جائے، کیوں کہ اس سرزمین پر بعد کی صدیوں میں حدیث شریف کی جو بھی خدمات انجام پائیں اور جس پہلو سے بھی حدیث شریف پر توجہ کی گئی اس کی تمام کڑیاں اور تمام واسطے بارہویں صدی ہجری کے نادر روزگار علماء اور محدثین کرام سے جڑے ہوئے ہیں، برصغیر کے بارہویں صدی کے محدثین کرام کو نظر انداز کر کے ہم نہ بعد کی تاریخ سے انصاف کر سکتے ہیں نہ اس سے پہلی تاریخ سے۔

بارہویں صدی ہجری میں برصغیر ہند کے دینی علمی افق پر، خصوصاً خدمت حدیث کی کہکشاؤں میں ایسے کئی نجوم و ماہتاب نمودار ہوئے جن کی روشنی عرب وعجم میں جگہ جگہ پہنچی اور ان سے نہ صرف اس دور میں دنیا

بھر کے خادمان حدیث نے استفادہ کر کے اپنا دامن مراد پُر کیا، بلکہ ان کے علوم و تصانیف کی ضوفشانی سے حدیث کی دنیا میں چراغاں سا ہو گیا، بعد کے دور کا ہر شخص ان کا دامن گرفتہ ہے، ہر ایک خادم حدیث ان کی تحریرات و علمی آثار سے استفادہ واستناد کرتا ہے اور بعد کی ہر ایک علمی خدمت میں ان کی فکر ونظر کے ستارے جھلملاتے نظر آتے ہیں۔

اگر چہ بارہویں صدی ہجری میں برصغیر ہند میں خادمان حدیث اور اس مبارک موضوع کی تدریس و تعلیم اور شرح و تحقیق میں مشغول رہنے والے اصحاب کی فہرست خاصی طویل ہے، تاہم ان میں سے جن حضرات کو عالمی شہرت اور اعتماد نصیب ہوا، ان میں سب سے زیادہ تعداد علمائے سندھ کی ہے، مثلاً صحاح ستہ اور مسند امام احمد ابن حنبل کے محشی وشارح، محدث کبیر علامہ شیخ ابوالحسن سندھی کبیر (وفات ۱۱۳۸ھ۔۱۷۲۶ء)، شیخ ابوالحسن سندھی کے جلیل القدر شاگرد اور قائم مقام علامہ شیخ محمد حیات سندھی (وفات ۱۱۶۳ھ۔فروری ۱۷۵۰ء)، فقیہ زماں علامہ مخدوم ہاشم سندھی (وفات ۱۱۷۴ھ۔۶۱،۱۷۶۰ء)، شیخ ابوالحسن سندھی صغیر (وفات ۱۱۸۷ھ۔دسمبر ۱۷۷۳ء)۔

اسی فہرست میں مولانا شیخ محمد امین ٹھٹوی سندھی (وفات تقریباً ۱۱۸۷ھ۔۱۷۷۳ء) کو بھی شامل کیا جا سکتا ہے، بعد کے حضرات میں علامہ جلیل، محدث کبیر شیخ محمد عابد سندھی (وفات ۱۲۵۷ھ، جون ۱۸۴۱ء) بھی اسی سنہری زنجیر کی ایک اہم کڑی ہیں۔

اسی زمانہ میں جب سندھ کے علماء، عالم اسلام کے علمی افق پر جگمگا رہے تھے شمالی ہند کی ایک چھوٹی سی بستی سے وہ مرد جلیل نمودار وجلوہ فگن ہوا جس کا وجود دینی علمی خدمات، آفاقی ملی تصورات اور فکر و خیال کے خیاباں سے عالم اسلام میں گویا ایک انقلاب آ گیا تھا، جو علم و معرفت کی گہرائی، ظاہر و باطن کی جامعیت، بلند نگاہی و بلند نظری، فکر و تخیل کی جولانی، تحریر و قلم کی رعنائی اور علوم اسلامیہ شرعیہ، قرآن مجید، تفسیر و حدیث، فقہ و اصول، کلامیات و معقول، تصوف و سلوک، شعر و ادب، نظم و نثر ہر ایک فن میں، ہر ایک کمال میں گویا فرد فرید اور اپنے معاصرین واہل نظر سے بہت آگے، بلکہ فخر اقران و امثال تھا۔

یہ حضرت شاہ ولی اللہ (احمد بن عبدالرحیم بن وجیہ الدین) رہتکی ثم دہلوی کی ذات گرامی تھی، جو ۴/شوال ۱۱۱۴ھ (فروری ۱۷۰۳ء) میں تولد ہوئے اور محرم ۱۱۷۶ھ (اگست ۱۷۶۲ء) میں واصل بحق ہو گئے، کہنا چاہئے کہ بعد

کے دور میں برصغیر ہند میں خدمت حدیث کے جس پہلو پر بھی کام ہوااور جس زاویے سے بھی حدیث شریف کی خدمت کی گئی، اس میں حضرت شاہ ولی اللہؒ کا فیضان اوران کی ذات سے جاری سرچشمۂ علم وایقان کا ایک بڑا حصہ ضرور شامل ہے، بعد کے دور میں علمائے برصغیر ہند کی جن خدمات حدیث اور علوم اسلامیہ کا تذکرہ اوران پر فخر کیا جاتا ہے وہ تمام حضرت شاہ صاحبؒ اوران کے خانوادۂ گرامی کی خدمات کا پرتو اوران کی تربیت وتعلیم اور ہدایات وفیضِ آبی کا اثر ہے، علمائے دیوبند وسہارنپور ہوں، یا علمائے ندوہ، حضرات اہل حدیث ہوں یا دوسرے مکاتب فکر سے وابستہ اصحاب، ہرایک نے اسی چشمۂ صافی سے سیرابی پائی ہے اور ہرایک اسی دریا کا ممنون کرم اور پروردہ ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ اوران کے گرامی مرتبت اخلاف کرام نے حدیث شریف کی ہمہ جہت خدمات کو اپنا مقصد حیات بنالیا تھا اوراسی نہج پر اپنے شاگردوں اوروابستگان کی تربیت کی، علوم اسلامیہ کی ترقی وتازگی اور ان کو زیادہ سے زیادہ مفید وثمر بار بنانے اور عام کرنے میں حضرت شاہ ولی اللہؒ اوران کے فرزندانِ عالی مرتبت کی خدمات، کسی ایک پہلو کے لیے مختص اور ایک دائرہ میں محدود نہیں تھیں، بلکہ جب، جہاں اور جس طرح کی خدمت کی ضرورت ہوئی اور جس پہلو سے بھی ان کا عرفان وفیضان عام کرنے کی کوشش ہوسکتی تھی، اس کی بلا تاخیر کوشش وتدبیر فرمائی، منجملہ اور علوم دینیہ کے، خدمت حدیث کے لیے بھی یہی معمول تھا، حدیث شریف کے درس وتعلیم، شرح وتحقیق، تصحیح وتعلیق، تقریر وتحریر اور نقل ومقابلہ ہرایک مقصد کے لیے یہ سب حضرات خود بھی توجہ فرماتے، اس میں مشغول رہتے اوراپنے شاگردوں کو بھی اسی کے لیے تیار فرماتے تھے، جس کے نتیجہ میں ایسے ایسے دیدہ ور بالغ نظر علماء اور محدثین ان کے حلقۂ درس سے نکلے کہ ان کے دم سے علمی محفلوں میں تازگی اور بہار آگئی اوران کے دم قدم سے خدمت علم، خصوصاً خدمت قرآن مجید اور حدیث کے گلستاں لہلہا اٹھے، ان ہی علماء واخیار میں جو حضرت شاہ ولی اللہ کے خاندان کے فیض یافتہ اور جرعہ نوش ہیں، ایک بڑا اور نہایت گرامی قدر و مرتبت نام حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری کا ہے۔

حضرت مولانا احمد علی، سہارنپور کے انصاری خاندان کے فرزند تھے، ان کا سلسلۂ نسب حضرت سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ تک پہونچتا ہے، حضرت مولانا کے جدامجد شیخ ابوسعید، حضرت شیخ عبدالقدوس

گنگوہی کے خلیفہ تھے، ابتدائی سلسلۂ نسب اس طرح ہے: مولانا احمد علی بن لطف اللہ بن محمد جمیل بن محمد خلیل۔

حضرت مولانا کی ۱۲۲۵ھ (۱۸۱۰ء) میں ولادت ہوئی، ابتدائی تعلیم سہارنپور کے مقامی علماء واساتذہ سے حاصل کی، متوسطات سے تقریباً صحیح بخاری تک تمام درسیات، حضرت مفتی الٰہی بخش کاندھلویؒ، حضرت مولانا سعادت علی فقیہ سہارنپوریؒ اور حضرت مولانا وجیہ الدین صدیقی حسنی سہارنپوریؒ سے اخذ کیں۔

حضرت مولانا کی بخاری شریف کی پہلی سند اس طرح ہے: مولانا وجیہ الدین سہارنپوری، از مولانا عبدالحی بڈھانوی، از حضرت شاہ عبدالعزیز۔

تکمیل علوم کے بعد کئی سال تک فرخ آباد میں رہے، وہاں بھی ایک عالم سے پڑھا، مگر اس کی تفصیل دریافت نہیں، آخر میں جب مولانا کی عمر تقریباً تینتیس سال کی تھی، خاندان ولی اللّٰہی سے براہ راست استفادہ کا شوق ہوا، ۱۲۵۸ھ (۱۸۴۲ء) کے غالباً اواخر میں حضرت شاہ محمد اسحاقؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، مگر اس وقت حضرت شاہ صاحب ہندوستان سے ہجرت کا ارادہ فرما چکے تھے، دہلی سے سفر کا وقت قریب ہونے کی وجہ سے حضرت مولانا سے معذرت فرمائی، مولانا نے عرض کیا کہ اگر میں مکہ معظمہ حاضر ہو جاؤں؟ فرمایا کہ اگر تم آؤ گے تو میں ضرور پڑھاؤں گا، مولانا پر حضرت شاہ صاحبؒ سے استفادہ کا شوق ایسا غالب تھا کہ حضرت شاہ محمد اسحاق کی دہلی سے ہجرت کے چند مہینہ بعد ہی رجب ۱۲۵۹ھ (اگست ۱۸۴۳ء) میں مکہ معظمہ کے لیے روانہ ہو گئے، مکہ معظمہ میں حضرت شاہ صاحبؒ کی خدمت میں رہ کر صحاح ستہ اور تفسیر وفقہ کی اعلیٰ ترین کتابیں تحقیق و اطمینان سے پڑھیں، حضرت شاہ صاحبؒ نے حضرت مولانا کو جو سند عطا فرمائی اس میں بائیس کتابوں کے نام لکھے ہیں، یہ کتابیں مولانا نے حضرت شاہ صاحب سے تحقیق سے پڑھی، جن میں تفسیر کی چھ کتابیں، تفسیر بیضاوی، تفسیر بغوی، تفسیر جامع البیان، تفسیر جلالین، تفسیر رحمانی وغیرہ شامل تھیں، حدیث شریف میں سنن ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، شمائل ترمذی، مسند امام ابوحنیفہ وغیرہ، صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداؤد، مسند دارمی، جامع صغیر، مشکوٰۃ المصابیح اور حصن حصین کی قراءت وسماعت میں شریک رہے، آخر میں حضرت شاہ صاحبؒ نے ان سب کی مفصل تحریری اجازت سے نوازا، تقریباً دو سال تک شاہ صاحبؒ سے تعلیم وتلمذ کے بعد غالباً ۱۲۶۲ھ (۱۸۴۶ء) میں ہندوستان واپس پہنچے۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے حضرت مولانا کو رخصت کرتے وقت خدمت حدیث میں مشغول رہنے کی ہدایت اور وصیت فرمائی تھی، حضرت مولانا نے بخاری شریف کے اختتامیہ میں حضرت شاہ اسحاق کی اس وصیت کا تذکر کیا ہے، حضرت مولانا نے جن کو مبدأ فیاض نے اس خدمت کے لیے چن لیا تھا، اس پر دل کی گہرائیوں سے لبیک کہی اور ہندوستان واپس آتے ہی اس وصیت کی پاسداری اور بجا آوری میں مشغول ہو گئے۔

حضرت مولانا احمد علی نے حضرت شاہ ولی اللہؒ کے خاندانی معمول کے مطابق، خدمت حدیث کے تمام پہلوؤں پر بیک وقت توجہ فرمائی، درس وافادہ، تصحیح ومقابلہ اور تحریر وتعلیق ہر ایک کو سامنے رکھا اور ہر ایک کی پوری پوری خدمت کرنے، بلکہ اس کا حق ادا کرنے کی ایسی کوشش فرمائی کہ جس کی نظیر نہیں، درس حدیث کی مسند بچھائی اور تمام عمر اس کی آراستگی اور ترقی کے لیے کوششیں فرماتے رہے، دہلی میں اس وقت سے ۱۸۵۷ء تک حضرت مولانا کا مطبع احمدی خصوصاً حدیث کی اعلیٰ ترین کتابوں کی طباعت واشاعت کا کام کرتا رہا، تحقیق و طباعت کی بے پناہ مصروفیات کے ساتھ بھی درس وافادہ کا سلسلہ بلا ناغہ جاری رکھا جس میں طلبہ کا ہجوم رہتا تھا۔

حضرت مولانا نے بخاری شریف کے اختتامیہ میں طلبہ کی کثرت اور درس کی مشغولیت کا ذکر کیا ہے، جب ۱۸۵۷ء کی تحریک میں مطبع تباہ ہو گیا تو دہلی سے سہارنپور واپس آ گئے، تین چار سال تک سہارنپور میں درس حدیث جاری رہا، اس کے بعد کلکتہ چلے گئے تھے، ۱۲۹۱ھ (۱۸۷۴ء) میں حضرت حاجی امداد اللہ کی فرمائش کے احترام میں کلکتہ کی ملازمت [جس سے مولانا کو، علامہ شبلی نعمانی کے الفاظ میں، پانچ سو روپے مہینہ کی آمدنی تھی] ترک کر کے سہارنپور آ گئے تھے، یہاں مظاہر علوم میں اور اپنے گھر پر درس حدیث جاری فرمایا، درس حدیث کا یہ معمول پوری شد ومد سے زندگی کے آخر دنوں تک اسی شان سے جاری رہا، اسی میں وفات پائی۔

اس حلقۂ درس سے جو تقریباً بتیس سال برابر جاری رہا، سینکڑوں اصحاب فیض یاب ہوئے، ان میں سے متعدد وہ ہیں جو ہماری علمی تاریخ کا غازہ اور متاخر دور کے لیے سرمایہ صد مباہات وافتخار ہیں، حضرت مولانا کے شاگردوں میں سے چند اہم نام ملاحظہ ہوں: حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا محمد یعقوب گنگوہی، علامہ شبلی نعمانی، مولانا محمد علی مونگیری، مولانا عبد الجبار عمر پوری، مولانا سلامت اللہ جے راج پوری، مولانا عبد العلی میرٹھی، مولانا عبد اللہ انصاری انبیٹھوی،

مولانا مفتی عبداللہ ٹونکی، مولانا تجمل حسین دسنوی، مولانا فدا حسین در بھنگوی، مولانا برکت اللہ سورتی، مولانا محمد بن غلام رسول سورتی، مولانا نور احمد امرتسری، مولانا وصی احمد سورتی، مولانا قمر الدین چکڑالوی وغیرہ رحمہم اللہ۔

حضرت مولانا قدیم علماء کے مطابق متنوع کمالات کا مرقع تھے، عالم تھے، بڑے مدرس تھے، محدث تھے، مصنف تھے، محقق تھے، مصحح وحاشیہ نگار تھے، اس کے علاوہ بڑے فقیہ، معروف ومعتمد مشہور مفتی اور مصلح تھے، نیز تحریک حضرت سید احمد کے طرز پر اتباع سنت اور رسوم وبدعات کی تردید میں عملی طور پر مصروف ومشغول تھے، حضرت مولانا کے فتاویٰ اس دور میں نہایت وقعت واحترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، خصوصاً دہلی اور نواح میں ان کی بڑی منزلت تھی، حضرت مولانا نے نکاح بیوگان کے احیاء اور رسوم وبدعات کی تردید کے لیے ہر پہلو سے متواتر جدوجہد کی، اس کے لیے وعظ وتقریر کرتے، فتاویٰ لکھتے، تقریریں کرتے، مولانا کے متعدد فتاویٰ قدیم مطبوعات میں دیکھے جاسکتے ہیں، اسی طرح نکاح بیوگان کی ترغیب میں کی گئی تقریریں اس موضوع کے مجموعوں میں محفوظ ہیں۔

مولانا کا اس علاقہ میں جو مقام اور عظمت واحترام تھا، اس کا ایک واقعہ بلکہ اعزاز سے اندازہ ہوجاتا ہے کہ جب دار العلوم دیوبند کی سب سے پہلی عمارت، نودرہ کا سنگ بنیاد رکھا گیا تو اس وقت اکابرین دیوبند نے جو تقریباً سبھی حضرت مولانا کے شاگرد تھے، اس کا سنگ بنیاد رکھنے کے لیے حضرت مولانا سے درخواست کی تھی، حضرت مولانا دیوبند گئے اور نودرہ کا سنگ بنیاد، پہلی اینٹ اپنے دست مبارک سے رکھی تھی، اس کے لیے دیوبند کے ایک بزرگ میاں جی منے کا نام پتہ نہیں کیوں مشہور کردیا گیا، حالاں کہ اس کا دار العلوم کی کسی قدیم تحریر یا روداد میں تذکرہ نہیں ہے مگر دار العلوم کی روداد میں پہلی اینٹ رکھنے کے لیے حضرت مولانا کے نام کی صراحت ہے۔

حضرت مولانا کی، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی وفات کے چند دنوں کے بعد ۶؍جمادی الاولیٰ ۱۲۹۷ھ مطابق ۱۷؍اپریل ۱۸۸۰ء شنبہ کو سہارن پور میں وفات ہوئی، مولانا فیض الحسن سہارنپوری، سرسید احمد، عبدالغفور نساخ وغیرہ متعدد اہل علم وذوق نے تعزیتی مضامین لکھے اور قطعات تاریخ کہے۔

حدیث شریف کی اہم ترین کتابوں کی تصحیح حاشیہ اور اشاعت کی خدمت: حضرت مولانا کی

زندگی کا امتیازی وصف اور اہم ترین کارنامہ اور جس پر برصغیر کی علمی تاریخ ہمیشہ فخر و ناز کرتی رہے گی اور جس میں حضرت مولانا نہ صرف برصغیر بلکہ بعض پہلوؤں سے پورے عالم اسلام میں ممتاز اور منفرد ہیں، حدیث شریف کی امہات کتب کی نہایت اہتمام سے اعلیٰ درجہ کی تصحیح، تحقیق و تعلیق اور حاشیہ نویسی کے بعد اعلیٰ درجہ کی اشاعت ہے جو تقریباً ان سب کتابوں کی پوری دنیا میں پہلی اشاعت بھی تھی۔

حضرت مولانا احمد علی کی طباعت کتب حدیث کی یہ خدمت دراصل خانوادۂ حضرت شاہ ولی اللہ کی اشاعت کتب حدیث کے منصوبہ کی توسیع و تکمیل تھی، جب تیرہویں صدی ہجری کے آغاز پر اٹھارہویں صدی عیسویں کے آخر میں ہندوستان میں پہلی بار پریس آیا اور کتابوں کی نقل کے قدیم طریقہ کی جگہ طباعت کی ابتدا ہوئی اور اس کے ذریعہ سے ایک ایک کتاب کے حسب ضرورت سینکڑوں ہزاروں نسخے ایک معیار و کیفیت کے سامنے آنے ممکن ہو گئے، اس وقت حضرت شاہ عبدالعزیزؒ حیات تھے، سب سے پہلے حضرت شاہ صاحب نے اس نئے طریقے سے استفادہ کا ارادہ کیا اور حضرت شاہ ولی اللہ کی جلیل القدر تصانیف الفوز الکبیر فی اصول التفسیر اور حجۃ اللہ البالغہ کی طباعت کا سروسامان کیا، الفوز الکبیر تو چھپ گئی تھی لیکن حجۃ اللہ کی اس طباعت کا کوئی نسخہ اب تک دستیاب نہیں ہوا، اسی اصول کے تحت حضرت شاہ عبدالعزیز کی تفسیر عزیزی، حضرت شاہ عبدالقادر کا موضح القرآن وغیرہ کئی اہم کتابیں کلکتہ کے مطابع سے شائع ہوئیں اور ملک بھر میں پھیل گئیں۔

یہ سعادت بھی خانوادۂ ولی اللہی کے لیے مقدر تھی کہ حدیث شریف کی بنیادی کتابوں کی اشاعت کی ابتدا بھی اسی گھرانہ سے ہو، حضرت شاہ عبدالعزیز کی وفات (۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء) کے بعد پریس دہلی پہونچا، دہلی میں سب سے پہلا مطبع قلعہ معلیٰ میں بادشاہ وقت کے اہتمام و انصرام سے قائم ہوا، اس وقت حضرت شاہ عبدالعزیز کے جانشین اور خانوادۂ ولی اللہی کی نسبتوں اور کمالات کے جامع، حضرت شاہ محمد اسحاق نے حدیث شریف کے بنیادی متون کی اشاعت کا ارادہ اور اہتمام فرمایا، حضرت شاہ محمد اسحاق نے سنن نسائی سے اپنی خدمت کا آغاز کیا اور دہلی بلکہ برصغیر اور عالم اسلام میں بھی حدیث شریف کی ایک اہم کتاب سنن نسائی کا ایک عمدہ نسخہ جو اس دور کی اعلیٰ اور حسین ترین طباعت کا نمونہ تھا، غالباً حضرت شاہ محمد اسحاق کی تصحیح اور حواشی سے مزین ہو کر حضرت شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز کے مختصر افادات کے ساتھ چھپا، جس کی سند کا آغاز:

"یقول العبد الضعیف، خادم علماء الآفاق محمد إسحاق" کے الفاظ سے ہوتا ہے، یہ نسخہ جو سفید عمدہ کاغذ پر چھپا ہے، مطبع سلطانی، قلعۂ معلیٰ دہلی سے ۱۲۵۶ھ (۱۸۴۰ء) میں شائع ہوا تھا لیکن حضرت شاہ محمد اسحاق اس کی طباعت کے بعد جلد ہی ہندوستان سے مکہ معظّمہ ہجرت کر گئے تھے، اس لیے حضرت شاہ محمد اسحاق کے اس مشن اور علَم کو حضرت شاہ صاحب کی ہدایت اور وصیت کے مطابق حضرت مولانا احمد علی نے سنبھالا اور اس شان سے بلند رکھا کہ پوری دنیا میں خدمت حدیث کا آوازہ گونج گیا۔

حضرت مولانا احمد علی کی حدیث شریف کی اس خدمت کو ماشاء اللہ ایسی مقبولیت اور پذیرائی ہوئی جو کسی اور کو آج تک حاصل نہیں ہوئی، برصغیر ہند بلکہ مشرقی ایشیائی ملکوں کا حدیث شریف کا کون طالب علم اور خادم ہے جس نے حضرت مولانا کی مرتبہ اور شائع کی ہوئی صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن ابوداؤد اور مشکوۃ المصابیح سے استفادہ نہ کیا ہو، حضرت مولانا کی شائع کی ہوئی کتابوں کو کچھ ایسی پذیرائی حاصل ہوئی کہ وہ ۱۲۶۵ھ (۱۸۴۸ء) سے آج تک مقبول خاص وعام ہیں اور بلا استثناء ہر طبقہ کے علماء اور طلبہ کے لیے سرمۂ بصیرت بنی ہوئی ہیں۔

حضرت مولانا نے کتب حدیث خصوصاً صحاح ستہ کی مرکزی کتابوں کی اشاعت کا اس وقت منصوبہ بنایا تھا اور اس کو نہایت شایان شان طریقہ پر پورا کیا تھا جب عالم اسلام میں ان میں سے کسی بھی کتاب کی اشاعت نہیں ہوئی تھی، حضرت مولانا نے اگرچہ اپنے کام کی ابتدا صحیح بخاری کی تصحیح، تعلیق اور اشاعت سے کی تھی، مگر سب سے پہلے ۱۲۶۵ھ میں سنن ترمذی کی اشاعت مکمل ہوئی، پھر ۱۲۶۷ھ میں صحیح بخاری کی پہلی جلد بھی زیور طباعت سے آراستہ ہو کر آئی، بعد ازاں صحیح مسلم کا مکمل نسخہ دو جلدوں میں جس پر امام نووی کی شرح بھی ہے جلوہ افروز ہوئی، ۷۲-۱۲۷۱ھ میں سنن ابوداؤد کے نہایت صحیح اور اعلیٰ نسخہ کی طباعت کا اہتمام فرمایا، دیگر کتابوں میں ۱۲۷۰ھ میں مشکوۃ المصابیح کا نہایت عمدہ نسخہ مفصل حاشیہ سے آراستہ ہو کر نمودار ہوا، اسی سال میں حصن حصین کی عمدہ حاشیہ کے ساتھ اشاعت کی، اسی ۱۲۷۱ھ میں شیخ الاسلام حافظ ابن حجر کی تقریب التہذیب کی اشاعت کا اہتمام کیا، اسی دوران رسالہ اصول حدیث سید شریف جرجانی اور علامہ شیخ عبدالحق کا مقدمہ بھی شائع کیا، یہ اشاعتیں ان تمام کتابوں کی عالم اسلام میں پہلی اشاعت تھیں، اگرچہ اس سے پہلے یورپ سے بخاری شریف کے چند اجزاء شائع ہو چکے تھے، مگر ان میں وہ بات کہاں مولوی مدن کی سی؟

اس مقصد کے لیے حضرت مولانا نے سب سے پہلے ایک بڑے مطبع کا بندوبست کیا، دہلی میں حضرت مولانا کے استاذ مولانا وجیہ الدین سہارنپوری کا ایک مطبع تھا جو مطبع احمدی کے نام سے کام کررہا تھا، حضرت مولانا نے اس کو خرید لیا اور اس سے اپنی کتابوں کی طباعت کا سلسلہ شروع کیا اور اس مطبع کو اس قدر ترقی دی کہ کام کی وسعت اور بڑی کتابوں کی طباعت کے انصرام میں شمالی ہند کا کوئی اور مطبع اس کے ہم پایہ نہیں تھا اگرچہ اس مطبع سے اور حضرت مولانا احمد علی کی تصحیح واہتمام سے اور بھی متعدد موضوعات کی بیسیوں پچاسوں کتابیں شائع ہوئیں، یہاں حدیث شریف کی ان چند اہم مطبوعات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

صحیح بخاری کی تصحیح و تحقیق متن اور حاشیہ وغیرہ: صحیح بخاری، قرآن مجید کے بعد امت مسلمہ کا سب سے اہم اور ممتاز ترین، اعلیٰ ترین اور معتمد ترین مرجع ہے جس کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کا شرف وامتیاز حاصل ہے، سیرت پاک کے تمام پہلوؤں، فرائض وعبادات کے تمام گوشوں اور امت کے جملہ دینی معاملات ومسائل میں سب سے پہلے بخاری شریف سے مراجعت واستفادہ کیا جاتا ہے اور جو کتاب اس غیر معمولی بلند مقام پر فائز ہو اور امت کے مسائل وعقائد کی اساس وبنیاد ہو، اس کے متن کی صحت، اس کے مقابلہ وتصحیح کی ضرورت اور اس میں صحیح ترین الفاظ وکلمات کا انتخاب کس درجہ ضروری ہے محتاج بیان نہیں، نیز اس کے نکات ودقائق کے حل، اس کی مشکلات ومبہمات کی تنقیح، اس کے مطالب ومندرجات کی توضیح کی کس حد تک ممکن سے ممکن کوشش کی جانی چاہئے، اس میں بھی گفتگو کی گنجائش نہیں۔

بخاری شریف کی تصحیح کا معاملہ اور کتابوں کی تصحیح وتدوین سے کہیں زیادہ اہم، نازک، پیچیدہ اور غیر معمولی اہمیت کا کام ہے، اس کے لیے حضرت مولانا نے وہ تمام کوششیں اور اہتمامات فرمائے جو اس بڑے کام کے لیے ضروری اور شایان شان تھے، حضرت مولانا نے بخاری شریف کے متن کی تعیین لیے اس نسخہ کو بنیاد بنایا ہے جو علامہ یونینی کا مرتب کیا ہوا ہے، حضرت مولانا نے اس نسخہ کو سامنے رکھ کر فقط تصحیح کر کے شائع نہیں کر دیا، بلکہ حضرت مولانا نے اس نسخہ کے کامل استناد اور اعلیٰ ترین تدوین وترتیب کے لیے بخاری شریف کے نسخۂ فربری کی تمام روایتوں اور حضرات محدثین کرام کے مرتب کیے ہوئے تمام نسخوں سے کامل استفادہ کیا، حضرت مولانا نے اس مقصد کے لیے بخاری شریف کے انیس اہم ترین ممتاز نسخوں کو سامنے رکھا ہے اور ان تمام نسخوں کا بخاری شریف کے مقدمہ میں صراحت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

ان نسخوں میں حضرت مولانا کے پیش نظر موجود بنیادی نسخہ سے جو اختلافات ہیں، حضرت مولانا نے ان سب کو اپنے مرتبہ نسخہ میں اس طرح جمع کیا ہے کہ کوئی اختلاف لفظ، اختلاف روایت وکلمہ ایسا باقی نہیں رہا جس کو حضرت مولانا نے حاشیہ میں نسخ کے ذیل میں پوری وضاحت اور مکمل حوالہ کے ساتھ درج نہ کیا ہو، اگر کوئی کلمہ کسی ایک محدث کی ترجیح ہے یا صرف ایک ہی نسخہ میں درج ہے تو اس کی بھی صراحت کی ہے اور مرجع کا حوالہ دے دیا ہے، اور اگر کسی ایک لفظ وعبارت پر دو تین یا چار پانچ یا زائد نسخے متفق ہیں تو ان سب کا بھی علیٰحدہ علیٰحدہ مفصل حوالہ یکجا درج کیا ہے، اور اگر کوئی لفظ ایسا ہے کہ متعدد اصحاب نسخہ نے اس پر اعتماد کیا ہے مگر حضرت مولانا دلائل وشواہد کی وجہ سے اس کو ثانوی درجہ کا سمجھتے ہیں تو ان کا بھی تذکرہ ہے۔

اس محنت اور دیدہ ریزی کی وجہ سے حضرت مولانا احمد علی کا مرتبہ صحیح بخاری کا نسخۂ فربری کی روایت پر مبنی صحیح بخاری کے ائمۂ محدثین کے تمام نسخوں کی خوبیوں کا جامع اور اختلاف روایت کا ایسا بہتر ذخیرہ ہوگیا ہے کہ اس کے بعد مزید تحقیق وتنقیح کی زیادہ ضرورت نہیں رہی اور حضرت مولانا کے پیش نظر تمام انیس نسخوں کی جزئیات اور اختصاصات اس نسخہ میں اس طرح شامل بلکہ جذب ہوگئے ہیں کہ حضرت مولانا کے مرتبہ نسخہ کے آئینہ میں تمام سابقہ نسخوں کے امتیازات واختلافات کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے اور ان پر چند اضافات اور اہتمامات کا بھی، یعنی یہ نسخہ ان سب کی خصوصیات کا نمائندہ وترجمان بھی ہے اور ان سے ممتاز والگ بھی۔

شاخ گل میں جس طرح باد سحر گاہی کا نم

تفہیم متن کے لیے بعض وضاحتیں: حضرت مولانا نے بخاری شریف کی تصحیح میں صرف صحیح نسخہ کی ترتیب پر اپنے کام کو ختم نہیں کر دیا ہے، بلکہ اس نسخہ کو قارئین کے لیے آسان اور مفید ترین بنانے کے لیے جو صورت ہوسکتی تھی اس کا بھی پورا اہتمام فرمایا ہے، مثلاً اگر بخاری شریف کی کسی عبارت کی تعیین یا تکمیل وتخفیف میں بخاری شریف کے قدیم معروف نسخے اور شارحین بخاری کی اصطلاحات مختلف ہیں، اس عبارت وروایت کے چند الفاظ وکلمات کسی ایک نسخہ یا نسخوں میں شامل ہیں لیکن اور نسخے اس سے اتفاق نہیں کرتے یا شراح بخاری نے یہاں کسی لفظ یا کسی فقرہ کی کمی زیادتی یا عبارت کی ترتیب میں اختلاف کا ذکر کیا ہے تو ایسے موقعوں پر حضرت مولانا نے اس فقرہ کی ابتدا اور خاتمہ دونوں پر "صح" کا اشارہ دے دیا ہے۔

لیکن حضرت مولانا کی ترتیب میں یہ اس قسم کا واحد اشاریہ یا وضاحت نہیں ہے، حضرت مولانا نے اور بھی کئی رموز یا علامتیں کئی طرح کی وضاحتوں کے لیے مقرر فرما رکھی ہیں، حضرت مولانا نے عطف و معطوف علیہ، لاحق وسابق، جار مجرور ہر ایک کے لیے علیٰحدہ نشانات مقرر فرمائے ہیں اور اس کی ممکنہ کوشش کی ہے کہ پڑھنے والوں کو غلطی اور التباس نہ ہو۔

حضرت مولانا کے حاشیہ کی ترتیب، اس کے چند امتیازات اور طریقۂ کار: متن کتاب مکمل ہونے کے بعد دوسرا اہم بلکہ اہم ترین مرحلہ، کتاب کے نکات و مبہمات کی توضیح، علمی فنی دقائق کے حل، باریکیوں اور مباحث کی تفصیل و تحقیق کا ہے، حضرت مولانا نے جو اس بے پایاں دریا کی وسعت و گہرائی سے آشنا تھے، اس کو بہتر سے بہتر طریقہ پر مکمل کرنے کا ارادہ فرمالیا، حضرت مولانا نے پوری کتاب پر (آخری غالباً تین پاروں کے علاوہ) نہایت جامع اور مکمل حاشیے تحریر فرمائے۔

حضرت مولانا کا طریقۂ کار یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اول ان مقامات کو نشان زد فرماتے ہیں جن کی شرح وتفہیم کے لیے رہنمائی کی ضرورت ہے، پھر اپنے سامنے موجود جملہ شروحات، کتب حدیث اور متعلقات کو ملاحظہ فرما کر یہ طے کرتے ہیں کہ اس عبارت و بحث کی تفصیل و تحقیق کے لیے سب سے بہتر گفتگو کس عالم و شارح نے فرمائی ہے، پھر اس کتاب سے اخذ و اقتباس کر کے حسب ضرورت مفصل یا مختصر حاشیہ درج فرما دیتے ہیں، جو مقامات مفصل بحث کے طالب نہیں وہاں مختصر بات فرمائیں گے، جن مقامات کی وضاحت ضروری ہے وہاں حسب ضرورت متوسط یا مفصل حاشیہ تحریر ہوگا، اس حاشیہ نویسی میں بھی دو طریقے ہیں، کبھی خود کچھ تحریر فرما کر اپنے مآخذ پر اشارہ و تذکرہ فرما دیتے ہیں، جہاں اس سے بات نہ بنے وہاں مفصل بلکہ مفصل ترین حاشیہ درج ہوگا، اس تفصیل میں بھی کئی پہلو نظر آتے ہیں، کبھی دو تین یا زائد کتابوں سے مختصر مختصر مگر جامع اقتباسات ایسی خوبصورت ترتیب سے درج فرمائیں گے جس سے متعلقہ بحث و گفتگو آئینہ ہو جائے، کبھی ایک ہی کتاب کے نسبتاً مفصل اقتباس پر اکتفا کریں گے، کئی مرتبہ ایک اور صورت اختیار فرماتے ہیں کہ کسی ایک شارح یا محقق کی تحریر پر مشتمل مفصل بحث کو جو دو چار صفحات پر پھیلی ہوئی ہے اپنے الفاظ میں درج فرمائیں گے اور اس مفصل بحث کا اس طرح عرق کشید فرمائیں گے یا جوہر کھینچ لیں گے کہ عبارت مختصر سے مختصر ہو جائے مگر بحث واصل کا کوئی ضروری حصہ باقی نہ رہے، یہ حضرت مولانا کا ایک خاص وصف ہے جس کا حواشی بخاری میں پچاسوں

سینکڑوں مقامات پر اظہار ہوا ہے۔

کہیں یہ بھی ہوتا ہے کہ کسی کتاب یا شرح کے پہلو یا گوشہ کی طرف اشارہ مقصود ہو،اس وقت تمام مندرجات کا احاطہ اور عبارت نقل کرنے کا اہتمام نہیں فرماتے،اس کا اشارہ اپنے الفاظ میں فرما کر آخر میں اس کا مختصر حوالہ ذکر فرما دیتے ہیں۔

حضرت مولانا کے حاشیہ میں یہ بات بطور خاص محسوس کی جاسکتی ہے کہ مصنف ومرتب نے اس حاشیہ کو بوجھل بنانے سے احتیاط برتی ہے،حضرت مولانا صرف ایسے موقعوں پر حسب ضرورت مفصل یا مختصر حاشیہ تحریر فرماتے ہیں جہاں اس سے متعلقہ عبارت کو حل کرنے میں واقعتاً خاص مدد ملتی ہو یا اس کی عمدہ یا گرہ کشائی متوقع ہو،موقع بے موقع حاشیہ کا اہتمام کرنا حضرت مولانا کا مزاج نہیں،ساتھ ہی یہ بھی اہتمام رہتا ہے کہ کسی ایک مسئلہ یا بحث پر جہاں تک ممکن ہو مکرر گفتگو نہ کی جائے، حاشیہ نہ لکھا جائے،اس میں اس کا بھی اہتمام رہتا ہے کہ جہاں اس حاشیہ یا بحث کی بطور خاص ضرورت ہے،حاشیہ اسی مقام پر رقم ہوگا،اگر یہ الفاظ وکلمات اس سے پہلے بھی کہیں آئے ہیں مگر وہاں ضمناً تھے تو وہاں حاشیہ نہیں ہوگا،وہاں لکھ دیں گے کہ یہ گفتگو یا بحث فلاں باب کے تحت فلاں جگہ آرہی ہے،جس میں کہیں کہیں صفحات کی بھی صراحت ہوتی ہے،جہاں موقع آئے گا وہاں کسی قدر وضاحت سے اپنے اصول وطریقۂ کار کی پاسداری کرتے ہوئے حاشیہ تحریر فرمائیں گے اور یہ صراحت بھی کردیں گے کہ یہ بات اگرچہ فلاں فلاں موقع پر گذر چکی ہے مگر اس پر گفتگو کا موقع یہ ہے،اس کے بعد بھی اگر کہیں کا اعادہ ہوتا ہے تو گذشتہ باب کا حوالہ دیا جائے گا کہ یہ بحث وتحقیق فلاں باب یا عنوان کے تحت گذر چکی ہے۔

حواشی بخاری میں حضرت مولانا کے مآخذ: حضرت مولانا نے بخاری کے مقدمہ میں اپنے حواشی کی تصنیف میں اپنی معاون کتابوں کی فہرست درج کی ہے جو پینسٹھ کتابوں پر مشتمل ہے،اس میں بخاری شریف کی گیارہ، مشکوۃ المصابیح، نیز موطأ امام مالک کی چھ شروحات شامل ہیں لیکن یہ حضرت مولانا کے مراجع کی مکمل فہرست نہیں ہے،اس کا نہ صرف اس فہرست کے اختتام وغیرہ کے لاحقہ سے اندازہ ہوتا ہے، بلکہ بخاری شریف کا سب سے پہلے حاشیہ بھی اس کی پردہ کشائی کردیتا ہے کہ حضرت مولانا نے اپنے متعدد مآخذ کا اس فہرست میں ذکر نہیں فرمایا،سب سے پہلے حاشیہ میں حضرت شاہ ولی اللہؒ کی ایک عبارت سے استدلال ہے جو کہ مسوّیٰ کی نہیں ہے،جب کہ مسوّیٰ حضرت شاہ ولی اللہؒ کی واحد کتاب ہے جس کا حضرت مولانا نے اپنے مآخذ میں ذکر کیا

ہے، اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ اس قسم کے چند مراجع اور مآخذ اور بھی ہوں گے جن کا حضرت مولانا کی فہرست و مآخذ میں تذکرہ نہیں ہے۔

اطراف بخاری کی وضاحت ونشان دہی: حضرت امام بخاریؒ کا ایک خاص معمول یہ بھی ہے کہ وہ متعدد احادیث کو اپنی خاص ذہنی ترتیب اور اس حدیث سے ماخوذ مختلف مسائل ونکات کی وجہ سے بخاری شریف میں مختلف ابواب میں علیحدہ علیحدہ موضوعات کے تحت درج فرمادیتے ہیں جس میں کئی مرتبہ یہ بھی ہوتا ہے کہ ایک حصہ ایک باب اور موضوع میں آئے گا، دوسرا حصہ یا ٹکڑا کسی اور باب میں پیش فرمائیں گے، ایسی صورت میں بخاری شریف سے عام استفادہ کرنے والے تو کہاں، کئی مرتبہ فاضل اساتذہ اور اہل نظر بھی ایسی تمام معلومات کو مستحضر رکھنے میں دشواری محسوس فرماتے ہیں کہ حضرت امامؒ نے اس روایت سے کہاں کہاں، کس مسئلہ پر، کس کس طرح استدلال فرمایا ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ روایت کے ہر ایک ٹکڑے کے ساتھ یہ صراحت ہو کہ یہ روایت یا اس کا کوئی حصہ فلاں کتاب میں فلاں موضوع اور عنوان کے تحت گزر گیا ہے حضرت مولانا احمد علی نے اس کی نشان دہی کا اہتمام کیا ہے، جو حصہ گزر گیا ہے اس کا بھی ذکر ہے: مرّ في باب فلان، اور جو حصہ یا پہلو کہیں آنے والا ہے اس کی تصریح ہے: سيجئ في باب فلان، اس کا پہلے صفحہ سے آخر تک مکمل اہتمام کیا گیا ہے۔

بخاری شریف کے اس نسخہ کی پہلی طباعت: حضرت مولانا نے جلد اول کی تصحیح، حاشیہ اور کتاب و مقابلہ کا نہایت دشوار گزار مرحلہ مکمل ہونے کے بعد جلد اول کی طباعت کا اہتمام کیا، پہلی جلد کی پہلی طباعت کی، سید عبدالغفور (برادر سر سید احمد) کے مطبع سید الاخبار دہلی میں ۱۸ / جمادی الاخریٰ ۱۲۶۴ھ (مئی ۱۸۴۸ء) میں ابتدا ہوئی، مگر طباعت کی رفتار بہت سست تھی، چھ مہینہ میں ذی الحجہ ۱۲۶۴ھ تک فقط ۱۸۴ صفحات چھپے تھے، ادھر حضرت مولانا کا مرتبہ سنن ترمذی کا نسخہ مع حواشی کے مکمل ہو چکا تھا، اس لیے حضرت مولانا نے بخاری شریف کی طباعت کا کام وقتی طور پر روک کر، سنن ترمذی کی طباعت مطبع العلوم دہلی سے شروع کرادی تھی، سنن ترمذی کی طباعت جاری تھی کہ حضرت مولانا کے اپنے ذاتی پریس، مطبع احمدی کا انتظام ہوگیا، اس لیے اب حضرت مولانا کی کتابوں، صحیح بخاری اور سنن ترمذی، دونوں کی طباعت مطبع احمدی میں منتقل ہوگئی، اسی طرح مطبع احمدی سے بخاری شریف جلد

اول کی پہلی طباعت، رجب ۱۲۶۷ھ (مئی ۱۸۵۱ء) میں مکمل ہوئی، اسی وقت دوسری جلد کی طباعت کا آغاز ہوگیا تھا جو محرم الحرام ۱۲۷۰ھ (۱۸۵۳ء) میں مکمل ہوا۔

خیال رہے کہ عالم اسلام میں بخاری شریف اس طباعت کے ۳۲ سال بعد ۱۲۹۲ھ میں پہلی مرتبہ شائع ہوئی تھی۔

پہلی طباعت کے صرف تین سو پچیس نسخے چھپے تھے جس پر فی نسخہ اٹھارہ روپے خرچہ آیا تھا، فی جز پانچ روپئے آٹھ آنہ کاتب کی اجرت تھی، تین روپے بارہ آنہ کا کاغذ لگا تھا، چار روپئے آٹھ آنہ طباعت کے دیئے گئے، بارہ آنہ کا متفرق صرفہ ہوا تھا، پچیس روپئے اس کی قیمت رکھی گئی تھی جو اس وقت کے لحاظ سے ایک بہت بڑی رقم تھی کہ پچیس روپئے ایک گھرانہ کے اوسط سے بہتر ماہانہ اخراجات تھے جس میں اچھی طرح گزر بسر ہو جاتی تھی مگر اس بڑی قیمت کے باوجود بخاری شریف کی طلب اس قدر تھی اور خریدار اس درجہ مشتاق اور تشنہ لب تھے کہ عام لوگوں کی استطاعت اور قوت خرید سے کہیں زیادہ قیمت کے باوجود کتاب بہت جلد تیزی سے فروخت ہوئی اور غالباً اسی سال اس کی دوسری طباعت کی ضرورت پیش آگئی تھی، اس کے بعد سے جو اس کی طباعت وفروخت کا سلسلہ شروع ہوا تو دس سال کے قلیل عرصہ میں آٹھ سے زائد ایڈیشن چھپے جو حضرت مولانا کے علاوہ دہلی بمبئی وغیرہ کے مختلف مطابع نے شائع کیے۔

نسخہ حضرت مولانا احمد علی کی مکمل اور نظر ثانی شدہ اشاعت: پہلی طباعت کے بعد ہی حضرت مولانا نے اس نسخہ کی تصحیح مزید اور نظر ثانی کا کام شروع کر دیا تھا، دوسری اشاعت میں جس کا ذکر ہوا، مقدمہ شامل کیا گیا تھا، اس کے بعد کی کئی طباعتیں چوں کہ حضرت مولانا کے علاوہ اور علماء اور مطابع کے ذریعہ سے عمل میں آئی تھیں اس لیے ان میں حضرت مولانا کی نظر ثانی یا کوئی اضافہ وترمیم شامل نہیں، لیکن یہ کیسے ممکن تھا کہ حضرت مولانا نے جس کام کو مقصد حیات بنا کر شروع کیا تھا، اس سے غفلت فرماتے مگر اس سے پہلے حضرت مولانا کی آخری مکمل نظر ثانی، ترمیمات واضافہ والا نسخہ شائع ہوتا، ۱۸۵۷ء کی تحریک شروع ہوگئی، جس کی زد میں حضرت مولانا کا مطبع بھی آیا، اس کا تمام موجود علمی سرمایہ چھپی ہوئی کتابوں کے تمام نسخے اور حضرت مولانا کا نہایت قیمتی ذاتی کتب خانہ اس طرح خراب و برباد ہوا کہ ایک کتاب بلکہ ورق بھی محفوظ نہیں رہا، حضرت مولانا سہارنپور تھے کہ یہ سانحہ پیش آگیا، اب دہلی جانے اور مطبع کے دوبارہ زندہ کرنے کا موقع نہیں تھا

تاہم حضرت مولانا کی صحیح بخاری سے گہری وابستگی بدستور قائم رہی، غالباً اسی دوران حضرت مولانا نے دہلی کے مطبوعہ نسخوں پر نئے سرے سے محنت کی، پہلی طباعتوں کے متن میں کتابت وطباعت کی جو غلطیاں رہ گئی تھیں ان کی موقع پر تصحیح فرمائی، حاشیہ پر بھی مکمل نظر ثانی فرمائی، حاشیوں کی بعض عبارتوں میں کچھ تبدیلی کی، مراجع کی مزید تحقیق وتنقیح فرمائی، بعض حاشیے اور حوالے اضافہ کیے، بعض کو قلم زد فرمایا۔

رجال بخاری کا اضافہ: بخاری کی اب تک کی کسی بھی طباعت میں رجال صحیح بخاری کا تعارف اور تذکرہ درج نہیں تھا، اس طباعت کے لیے حضرت مولانا نے رجال بخاری کا اضافہ فرمایا جس میں حسب ضرورت، رواۃ کے صرف نام ونسب یا نسبت وکنیت کی مختصر بلکہ مختصر ترین وضاحت کی گئی ہے، مگر اس وقت غالباً اس کی تکمیل نہیں ہوسکی، یہ صرف نصف اول پر ہے، نصف ثانی اس اضافہ سے محروم ہے، نصف ثانی کے تراجم بعد میں مکمل ہوئے جو صحیح بخاری کی اس طباعت میں شامل وشائع کیے گئے جو بہت اہتمام سے حضرت مولانا کے علمی جانشین، بڑے فرزند مولانا حبیب الرحمٰن نے مطبع مصطفائی کان پور سے ۱۳۰۸ھ میں شائع کیا تھا۔

حضرت مولانا کے مرتبہ نسخہ کی مکمل اور نظر ثانی شدہ اشاعت میرٹھ ۱۲۸۳ھ: حضرت مولانا کا مطبع احمدی دہلی کے ہنگامہ ۱۸۵۷ء میں تباہ ہوکر بے نام ونشان ہوگیا تھا مگر اس کام کی تکمیل باقی تھی جس کے لیے حضرت مولانا نے اس مطبع کو اساس بنایا تھا، اس لیے اس حادثہ کے تقریباً آٹھ سال بعد ۱۲۸۲ھ (۱۸۶۵ء) میں حضرت مولانا نے مطبع کے اسی پرانے نام مطبع احمدی کو میرٹھ میں دوبارہ قائم کیا جس کی ابتدائی مطبوعات میں بخاری کا حضرت مولانا کی آخری تصحیح ونظر ثانی والا نسخہ بھی شامل تھا، اس نسخہ کی مطبع احمدی میرٹھ سے ۱۲۸۲ھ میں طباعت شروع ہوکر ۱۲۸۳ھ (۶۶-۱۸۶۵ء) میں مکمل ہوئی، یہی وہ نسخہ ہے جو بعد میں ہندوستان کے مختلف مطابع نے کثرت سے بلکہ پچاسوں مرتبہ شائع کیا، یہ بات اہل علم نے برملا کہی ہے کہ مطبع مصطفائی کانپور کا ۱۳۰۸ھ (۱۸۹۱ء) میں چھپا ہوا نسخہ سب سے بہتر اور صحیح ترین نسخہ ہے، اس کے بعد اصح المطابع دہلی کا ۱۳۵۷ھ (۱۹۳۸ء) کا شائع نسخہ سب سے عمدہ بہتر اشاعت قرار دیا جاتا ہے، اس وقت عموماً اصح المطابع کے نسخہ کا ری پرنٹ یا عکس چھپتا ہے، نئی کتابت یا تصحیح مزید کی اس کے بعد کوئی کوشش نہیں ہوئی لیکن یہاں یہ عرض کردینا چاہئے کہ نسخہ اصح المطابع میں شامل حل لغات اور حضرت شاہ ولی اللہ کا رسالہ الأبواب و التراجم حضرت مولانا احمد علی کی مطبوعہ ومرتبہ کسی طباعت میں شامل نہیں، یہ اصح المطابع کا اضافہ ہے، اس صحیح بخاری کے حاشیہ کی تصحیح و

مقابلہ پر حضرت مولانا احمد علی نے بیس سال سے زیادہ وقت صرف کیا، مگر اس بے مثال کوشش اور تصحیح کے نادر اہتمام کے باوجود کاتبوں کی عنایات اور شاید کہیں کہیں سہو ناقل سے بھی مختلف قسم کی غلطیاں ہو گئی ہیں، مئو ضلع کے ایک عالم مولانا عبد الجبار مئوی (شاگرد حضرت مولانا عبد الغفار صاحب مئو) نے بہت عمدہ اور دیدہ ریزی سے ان حواشی کی، متعلقہ مراجع اور کتب رجال وغیرہ سے تصحیح کی تھی جو صحیح بخاری کی مناسبت سے اسی پیمائش کے دو مختصر حصوں میں چھپی ہے، یہ کام اگر چہ ایک درجہ میں غیر معمولی اور نہایت اہم ہے مگر نا تمام ہے کیوں کہ مولانا عبد الجبار صاحب کو حضرت مولانا کے متعدد اصل مراجع (بعض مطبوعہ بھی) دستیاب ہی نہیں ہوئے، اس لیے ان سے مراجعت اور تصحیح کی تمنا باقی رہی اور اب بھی باقی ہی ہے، وللہ الامر من قبل ومن بعد۔

صحیح مسلم کی شرح نووی کے ساتھ اشاعت ۱۲۷۰ھ: حضرت مولانا بخاری شریف کی طباعت کے دوران ہی صحیح مسلم کا محقق نسخہ بھی مرتب فرما چکے تھے، مگر اس پر خود حاشیہ نہ لکھ کر حاشیہ پر حضرت امام نوویؒ کی بابرکت شرح شائع فرمانے کا منصوبہ بنایا، صحیح مسلم کے اس نسخہ کی طباعت، بخاری شریف کی جلد ثانی کی طباعت مکمل ہونے سے پہلے تقریباً ۱۲۶۹ھ میں شروع ہو گئی تھی، اس کا حضرت مولانا نے بخاری شریف کے جلد ثانی کے خاتمہ میں اعلان بھی کر دیا تھا، اس اعلان کے مطابق یہ نسخہ غالباً ۱۲۷۰ھ کے قریب شائع ہو گیا تھا اور اس قدر مقبول ہوا کہ صحیح بخاری کی پہلی طباعت کی طرح اس کے نسخے چند دنوں میں ختم بلکہ ناپید ہو گئے تھے، (یہ طباعت اس درجہ کم یاب ہے کہ راقم سطور کو خاصی تلاش کے باوجود اس کے کسی نسخہ کا سراغ نہیں ملا) مگر کتاب کی طلب اسی طرح باقی تھی، اس لیے حضرت مولانا نے اس کی دوسری طباعت پر فوراً توجہ کی جو حضرت مولانا کے ایک شاگرد مولانا محمد حسین فقیر (بنتی دہلوی) کی تصحیح کے بعد حضرت کے اہتمام و انصرام سے مطبع افضل المطابع، شاہد رہ دہلی سے شائع ہوئی، اس کے آغاز پر حضرت مولانا احمد علی نے حضرت شاہ محمد اسحاق سے اپنی سند درج کی ہے، آخر میں مولانا محمد حسین فقیر کے قلم سے اختتامیہ ہے، سنِ طباعت درج نہیں، قیاساً ۷۲،۱۲۷۱ھ (۵۶،۱۸۵۵ء) کی طباعت ہے۔

حضرت مولانا کے چھوٹے بھائی اور ناظم مطبع احمدی، شیخ ظفر علی کے اہتمام سے صحیح مسلم کا یہی نسخہ جس کے حاشیہ پر شرح نووی ہے، آج تک اسی طرح اسی ترتیب بلکہ تقریباً اسی طرز کتابت پر شائع ہو رہا ہے اور حضرت مولانا کی حسنات میں اضافہ کر رہا ہے۔

سنن ترمذی کا حاشیہ اور طباعت ۱۲۶۵ھ: حضرت مولانا نے صحیح بخاری کے حاشیہ کی ترتیب و تدوین کے ساتھ ہی سنن ترمذی پر بھی کام شروع کر دیا تھا، اس پر بھی حضرت مولانا نے حاشیہ لکھا اور متن کی کسی قدر تصحیح کی، مگر سنن ترمذی کے حاشیہ اور تصحیح دونوں میں اس درجہ کا اہتمام نظر نہیں آتا جس کا حضرت مولانا نے صحیح بخاری میں التزام کیا ہے، ترمذی شریف کا یہ نسخہ جو غالباً ۱۲۶۴ھ (۱۸۴۸ء) کے اواخر میں مکمل ہو گیا تھا اور صفر ۱۲۶۵ھ (جنوری ۱۸۴۹ء) میں مطبع العلوم دہلی میں اس کی طباعت شروع ہوگئی مگر جو صورت صحیح بخاری کی طباعت میں پیش آئی تھی یہاں اس سے سابقہ ہوا، طباعت کی رفتار بہت کم تھی اور خود حضرت مولانا کا مطبع بھی شروع ہو چکا تھا، اس لیے اس کی طباعت بھی مطبع احمدی میں منتقل ہوگئی، صفر ۱۲۶۵ھ میں اس کی دونوں جلدوں کی طباعت مکمل ہوئی۔

اس نسخہ کے متن کی تصحیح اور مقابلہ میں حضرت مولانا مملوک العلی، مولانا احمد علی کے رفیق و مددگار تھے، سنن ترمذی کا یہ نسخہ بھی حضرت مولانا کی مرتب اور شائع کی ہوئی کتابوں کی طرح مقبول خاص و عام ہوا اور آج تک اسی طرح چھپ رہا ہے۔

رسالہ اصول حدیث علامہ سید شریف جرجانی ۱۲۶۵ھ: حضرت مولانا نے صحیح بخاری کے آغاز پر ایک مفصل مقدمہ تحریر فرمایا تھا مگر سنن ترمذی کے لیے علیحدہ سے مقدمہ نہ لکھ کر اس کے مقدمہ میں کے طور پر علامہ سید شریف جرجانی کے رسالہ اصول حدیث کا انتخاب کیا، یہ رسالہ جو سنن ترمذی کی مذکورہ طباعت کے ساتھ چھپنا شروع ہوا تھا، آج تک اس کے ایک حصہ کے طور پر شائع ہو رہا ہے۔

مشکوۃ المصابیح ۱۲۶۹ھ: حضرت مولانا احمد علی نے اپنے طریقۂ کار کے مطابق مشکوۃ المصابیح کو بھی مرتب کیا اور اس پر بھی اور کتابوں کی ترتیب پر مفصل جامع حاشیہ لکھا، اس کا طریقۂ کا بھی تقریباً وہی ہے جو صحیح بخاری اور سنن ترمذی کے حاشیہ کا ہے، مشکوۃ المصابیح کا یہ نسخہ اور کتابوں کی نسبت زیادہ مقبول ہوا، اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۲۷۱ھ (۱۸۵۵ء) میں چھپا، تیسرا ۱۲۷۲ھ (۱۸۵۶ء) میں، اس کے بعد ایک مرتبہ حضرت مولانا کے احمدی مطبع میرٹھ سے بھی چھپا اور اس وقت سے آج تک متواتر چھپ رہا ہے۔

مقدمہ شیخ عبدالحق محدث ۱۲۶۹ھ: حضرت مولانا نے سنن ترمذی کے ساتھ علامہ سید شریف کا رسالہ اصول حدیث شائع کیا تھا، اسی روایت کو آگے بڑھاتے ہوئے مشکوۃ المصابیح کے آغاز پر شیخ عبدالحق محدث کا مقدمہ مشکوۃ المصابیح پہلی مرتبہ شائع کیا تھا۔

یہاں یہ بھی عرض کردیا جائے کہ حضرت مولانا کا مرتبہ مشکوۃ المصابیح کا یہ نسخہ اوراس کے حاشیے دنیائے عرب میں متعارف تو پہلے بھی تھے اوران کا تذکرہ بھی کیا جاتا تھا، مگر تقریباً دوسال پہلے ایک عرب فاضل رمضان ابن احمد بن علی، آل عوف نے حضرت مولانا کے حواشی کو کسی قدر تعلیق وتحقیق کے بعد نسخۂ قدیمہ ہندیہ کے نام سے چھ جلدوں میں شائع کردیا ہے، چھٹی آخری جلد، مؤلف مشکوۃ کی الاکمال فی اسماء الرجال اور فہارس پر مشتمل ہے، یہ نسخہ مکتبۃ التوبہ اوردارابن حزم بیروت سے ۱۴۲۳ھ۔۲۰۰۳ء میں چھپا ہے، نہایت افسوس ہے کہ مرتب اورناشر دونوں اس جلیل القدر حاشیہ کے حاشیہ نگار حضرت مولانا احمد علی اوراس نسخہ کے پس منظر سے واقف نہیں، سنا ہے کہ اس کے بعد حضرت مولانا کے حاشیہ صحیح بخاری پر بھی اسی قسم کا کام شروع ہوا ہے۔

حصن حصین ۱۲۷۱ھ: حضرت مولانا نے علامہ جزری کی حصن حصین کا بھی ایک عمدہ خوش قلم جس پر مختصر افادات بھی درج ہیں، مطبع احمدی سے ۱۲۷۱ھ میں شائع کیا تھا، آخر میں قطعۂ تاریخ بھی درج ہے۔

تقریب التھذیب ۱۲۷۱ھ: رجال حدیث پر شیخ الاسلام حافظ ابن حجر کی مشہور کتاب تقریب التھذیب بھی ۱۲۷۱ھ میں اپنے مطبع سے شائع فرمائی تھی، مگراس نسخہ پر نہ کوئی مقدمہ ہے نہ حواشی، لیکن سرورق پر اور آخر میں مطبع کا نام اورسنِ طباعت ۱۲۷۱ھ (۱۸۵۵ء) درج ہے۔

سنن ابوداؤد ۱۲۷۲ھ: حضرت مولانا نے جن کتابوں کی تصحیح وحاشیہ اور طباعت کا ارادہ کیا تھا، اس میں سنن ابوداؤد بھی شامل تھی، حضرت مولانا کو اس کا مکہ معظمہ میں قیام کے زمانہ سے خیال تھا، اس مقصد کے لیے مکہ سے سنن ابوداؤد کا ایک نہایت عمدہ صحیح نسخہ ساتھ لائے تھے مگر یہاں آکر تحقیق وحواشی اور طباعت واشاعت کے جس بڑے سلسلے کا آغاز ہوا اوراس میں حضرت مولانا کی جو بے پناہ مصروفیت رہی اس کی وجہ سے حضرت مولانا کو سنن ابوداؤد کے حاشیہ لکھنے کا موقع نہیں ملا اور اس نسخہ کی طباعت میں بھی تاخیر کا اندیشہ

ہو گیا تو حضرت مولانا نے یہ خدمت اپنے استاذ، حضرت شاہ محمد اسحاقؒ کے ایک پرانے شاگرد اور دہلی کے مشہور عالم اور مدرس، مولانا نوازش علی کے سپرد کر دی، مولانا نوازش علی نے اس خدمت کو توجہ اور اہتمام سے تکمیل تک پہونچایا، سنن ابوداؤد کا یہ نسخہ مطبع قادری دہلی سے مولانا محمد بن بارک اللہ پنجابی کے حواشی اور اہتمام سے شعبان ۱۲۷۲ھ (۱۸۵۶ء) میں شائع ہوا تھا، یہ نسخہ سنن ابوداؤد کے دنیا بھر کے مطبوعہ نسخوں میں صحت متن کے لحاظ سے بے نظیر ہے، علمائے عرب وعجم اس کی صحت وکمال کے مداح ومعترف ہیں، مثلاً مولانا شمس الحق ڈیانوی نے عون المعبود میں اس نسخہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: وهو أصل صحيح لم أجد له نظيراً.

اگر چہ اس نسخہ کی طباعت حضرت مولانا احمد علی کے انتظام سے نہیں ہوئی مگر یہ طباعت بھی حضرت مولانا کا کارنامہ ہے اور ان کی توجہ، محنت اور رہنمائی بلکہ مکمل علمی سرپرستی سے وجود میں آئی تھی۔

موطأ امام مالک، بحاشیہ حضرت مولانا محمد مظہر کی اشاعت ۱۲۶۶ھ: یہ حاشیہ اگر چہ حضرت مولانا کے قلم فیض رقم کا ثمرہ نہیں ہے مگر اس کی مقبولیت اور متواتر طباعت میں حضرت مولانا کی برکت اور مطبع کا اثر ضرور شامل ہے، موطا امام مالک کا یہ حاشیہ حضرت مولانا محمد مظہر نانوتوی نے لکھا تھا حضرت مولانا کے مطبع احمدی دہلی سے ۱۲۶۶ھ میں پہلی مرتبہ شائع ہوا تھا، یہ موطا امام مالک کا وہی حاشیہ ہے جو عموماً تمام اہل درس اور طلبہ کے ہاتھوں میں رہتا ہے، ہندوپاک وغیرہ میں اس کی طباعت اور اس سے استفادہ حدیث شریف کے ہر ایک عالم وطالب علم کا گویا دائمی معمول ہے۔

حضرت مولانا کا آخری علمی کارنامہ قسطلانی شرح بخاری کی تصحیح واشاعت: میری معلومات میں حضرت مولانا کا آخری علمی تصنیفی اشاعتی کارنامہ قسطلانی (ارشاد الساری) شرح بخاری کی تصحیح وطباعت ہے، یہ نسخہ حضرت مولانا کی ہدایت پر حضرت مولانا کے بڑے صاحبزادے مولانا حبیب الرحمٰن بیدل سہارنپوری نے (جو غالب کے بھی ممتاز شاگردوں میں تھے) قلمی نسخوں کی مدد سے صحیح ومرتب کیا، یہ نسخہ پہلے مطبع نظامی کانپور سے، دوبارہ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ سے چھ جلدوں میں چھپا تھا، بہت عمدہ صاف ستھری طباعت ہے۔

الدلیل القوی علی ترک القراءۃ للمقتدی ۱۲۷۰ھ: متعدد متون حدیث کی تصحیح، تحقیق اور حواشی و

طباعت کے علاوہ حضرت مولانا کی قراءت خلف الامام کے موضوع پر، ایک تالیف بھی ہے جس میں حضرت مو لانا نے اس سلسلہ کی احادیث نقل فرمائی ہیں اور قراءت خلف الامام کے دونوں پہلوؤں پر علمی فنی استدلالی گفتگو کی ہے، یہ رسالہ فارسی میں لکھا تھا جو مطبع احمد دہلی سے شعبان ۱۲۷۰ھ میں شائع ہوا، یہ رسالہ ستائیس صفحات پر مشتمل ہے۔

اردو ترجمہ الدلیل القوی ۱۲۹۵ھ: الدلیل القوی کی طباعت کے پچیس سال بعد حضرت مولانا نے مولانا محمد بن مولانا عبدالقادر لدھیانوی کی فرمائش پر اس کا خود ہی اردو ترجمہ کیا، یہ ترجمہ بھی اصل کتاب کے ہی نام سے مطبع منشی رحمت اللہ، لدھیانہ سے رجب ۱۲۹۵ھ میں چھپا تھا، یہ اشاعت یا ترجمہ پچاس صفحات پر مشتمل ہے یہ بات قابل ذکر ہے کہ جس سال اس ترجمہ کی اشاعت ہوئی، اس سال علامہ شبلی نعمانی حضرت مولانا کی خدمت میں حدیث پڑھنے کے لیے حاضر تھے، علامہ، حضرۃ الاستاذ اوران کے رسالہ سے بہت متأثر تھے اور اس کی تائید وتقلید میں علامہ نے اسکات المعتدی تالیف کیا تھا۔

بعض الناس فی دفع الوسواس کی اشاعت: حضرت امام بخاریؒ کا معمول ہے کہ وہ الجامع الصحیح میں فقہی کلامی مباحث میں قال بعض الناس کے مبہم اشارہ سے بعض معاصر اور قریب العہد فقہائے مجتہدین یا محدثین کے نظریات ومسائل کی تردید فرماتے ہیں، جس کی زد میں کئی موقعوں پر حضرت امام ابوحنیفہ بھی آئے ہیں، چوں کہ حدیث پڑھنے والوں کے لیے ہمیشہ یہ ایک بحث طلب مسئلہ اور سوال ہوتا ہے، اس لیے غالباً حضرت مولانا احمد علی کی فرمائش پر ایسے تمام اعتراضات کا مدلل جواب لکھا گیا جس کو مؤلف نے بعض الناس فی دفع الوسواس کے نام سے موسوم کیا تھا، اس رسالہ کو حضرت مولانا کے صاحبزادوں مولانا عبدالرحمٰن اور مولانا خلیل الرحمٰن صاحبان نے علیحدہ علیحدہ موقعوں پر شائع کیا، اس رسالہ کے مؤلف کی تحقیق نہیں، ایک روایت یا خیال ہے کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی یا مولانا خلیل احمد اسرائیلی علی گڑھی جو حضرت مولانا نانوتوی کے شاگرد بھی تھے، اس کے مؤلف ہیں مگر دونوں روایتوں کی تصدیق مشکل ہے، بعض الناس کی اشاعت کے بعد اس کے کئی جواب لکھے گئے، علمائے احناف نے ان کے جواب الجواب بھی تحریر کیے ہیں۔

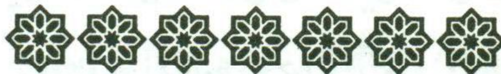
چند اور علمی خدمات: یہ حضرت مولانا کی صرف حدیث کے موضوع کی تصنیفی اشاعتی خدمات کا اجمالی تذکرہ

ہے لیکن حضرت مولانا کے عمل کا دائرہ اور بھی متعدد موضوعات میں پھیلا ہوا تھا، حضرت مولانا نے تفسیر، فقہ، اصول، کلامیات وعقائد، تاریخ وادب وغیرہ موضوعات پر پچاسوں کتابوں کی تصحیح وحواشی کا اور اپنے معمول کے مطابق عمدہ طباعت کا اہتمام کیا، ایسی کتابوں کی ایک لمبی فہرست ہے، مذکورہ بالا کتابوں کے علاوہ حضرت مولانا کے مطبع کی تقریباً چالیس کتابوں کا مجھے علم ہے، قرآن کریم کے نہایت عمدہ اور صحیح نسخے، جس میں ایک نسخہ اس وجہ سے قابل ذکر ہے کہ اس کی تصحیح میں حضرت شاہ ابوسعید مجددی، حضرت شاہ عبدالغنی، حضرت مولانا محمد مظہر نانوتوی، حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری، اور جامع مسجد دہلی کے امام مولانا سید احمد، نیز دہلی کے اعلیٰ درجہ کے قراء اور ماہرین شامل تھے، یہ قرآن مجید اس قدر صحیح تھا کہ اس میں ایک غلطی کی نشاندہی پر دو اشرفی کے انعام کا اعلان کیا گیا تھا، حضرت مولانا نے اس کے علاوہ بھی کئی مرتبہ قرآن مجید شائع کیا، ہر ایک اشاعت میں کوئی خصوصیت اور امتیاز ضرور ہے۔

تفاسیر میں تفسیر بیضاوی اور تفسیر جلالین کے نہایت عمدہ صحیح نسخے شائع کیے، تفسیر بیضاوی پر علماء کی ایک جماعت سے علیحدہ مفصل حاشیہ لکھوایا جس میں شیخ احمد بن محمد یمانی اور مولانا فیض الحسن سہارنپوری جیسے صاحب فن اور صاحب نظر علماء بھی شامل تھے، تفسیر بیضاوی دو بڑی جلدوں میں ۱۲۹۸ھ میں چھپی تھی، اسی سال تفسیر جلالین بھی شائع کی، اس پر حاشیہ نہیں ہے۔

حضرت مولانا کی مرتب اور شائع کی ہوئی کتابوں میں فارسی کی بعض اہم مصنفات مثلاً تحفۂ اثناعشریہ حضرت شاہ عبدالعزیز، اخبار الاخیار شیخ عبدالحق، احوال ومقامات حضرت مرزا مظہر وغیرہ بھی شامل ہیں جو ان سب کتابوں کے آج تک سب سے بہتر صحیح ترین نسخے شمار کیے جاتے ہیں اور بھی متعدد کتابیں حضرت مولانا کے فیض توجہ سے شائع ہوئیں، یہاں ان کے تعارف کی ضرورت نہیں۔

یہ حضرت مولانا کی علمی تصنیفی خدمات کا ایک اجمالی سرسری جائزہ ہے، امید ہے کہ حضرات اہل علم ان معروضات پر اضافے فرما کر کاروانِ علم وتحقیق کو آگے بڑھائیں گے۔



دینی، علمی، فکری و اصلاحی مجلّہ

الاشراق

زیر سرپرستی

حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری

جامعہ اسلامیہ مظفر پور اعظم گڑھ



دینی، علمی، فکری و اصلاحی مجلہ

دوماہی

الشارق

شمارہ ۲

جلد ۱۱

ربیع الاول، ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ



مارچ، اپریل ۲۰۰۸ء

مدیر مسئول
مولانا ڈاکٹر ولی الدین صاحب ندوی
معاون
خطیب الرحمن ندوی

مجلس مشاورت
مولانا ابوسعد صاحب ندوی
مولانا عمیر الصدیق صاحب ندوی
مولانا فیروز اختر صاحب ندوی

زر تعاون:
سالانہ : ۶۰ روپے
اس شمارے کی قیمت ۱۰ روپے
بیرون ملک : ۷ ڈالر



پرنٹر پبلشر:
ڈاکٹر ولی الدین صاحب ندوی
طبع شدہ مونارک پریس جونپور
تزئین: مشتاق احمد غازیپوری

خط و کتابت کا پتہ:
جامعہ اسلامیہ
مظفر پور، ضلع اعظم گڈھ (یوپی)

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ............... سے آپ کی مدت خریداری ختم ہو چکی ہے۔

فہرست مضامین